اجماع اور اس کی حقیقت

از جناب محمد ہاشم صاحب ایم - اے

پیش نظر مقالہ لائق مضمون نگار نے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کے امتحان ایم۔ اے (دینیات) کے سلسلہ میں اپنے استاذ گرامی قدر جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی کی نگرانی میں تیار کیا تھا جسے مولانا موصوف نے اپنی نظر ثانی کے بعد از راہ شفقت بزرگانہ ہمارے پاس برہان میں اشاعت کے لئے ارسال فرما دیا ہے اس مقالہ میں مغربی طرز کی یونیورسٹی کے ایک پوسٹ گریجویٹ عالم دینیات نے "اجماع" ایسے مسئلہ پر جس خوبی اور عمدگی سے کلام کیا ہے اس کی قدر وہ ارباب علم ہی کر سکتے ہیں جن کو صحیح طور پر اس کا اندازہ ہے کہ اصول فقہ کے عام مباحث میں اجماع کی حقیقت اور اس کی حجیت کی بحث کس درجہ مشکل، پیچیدہ اور ادق ہے اور بالخصوص اس وقت جبکہ علامہ ابن حزم الظاہری الاندلسی ایسے امام فن اور بلیغ الانشا پرواز خطیب سے ٹکر لینی پڑے مغربی طرز کے ایک تعلیمیافتہ کا یہ دینیاتی مقالہ پڑھکر عجب نہیں کہ ہمارے مدارس عربیہ کے افاضل طلبا اور علما یہ کہہ اٹھیں۔

سر ازل کہ صوفی عارف بہ کس نہ گفت ؛ در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید !!!

"ایڈیٹر"

لفظ اجماع کی لغوی تحقیق | اجماع کا مادہ جمع ہے۔ سمیٹنے اور اکٹھا کرنے کے مفہوم کو عربی میں جمع کا لفظ اسی طرح ادا کرتا ہے جیسے اردو میں بھی یہ لفظ اسی لئے مستعمل ہے البتہ جب باب افعال میں پہنچ کر اجماع کے لفظ کی صورت یہی جمع کا لفظ اختیار کر لیتا ہے تو تلاش و تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد معانی اس سے سمجھے جاتے ہیں قرآن مجید کی آیت اجمعوا امرکم کا ترجمہ

جیسا کہ صاحب کشف بزدوی نے لکھا ہے ان اعزمو علیہ (ص ۲۲۶ ج ۲) جس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ کسی کام کے مختلف پہلوؤں سے ارادے کو سمیٹ کر کے ایک ہی پہلو پر اس کو مرتکز کر دینا گویا اجماع کے ایک لغوی معنی یہ بھی ہیں مشہور حدیث نبوی کا۔

لاصیام لمن لم یجمع الصیام من اللیل — اس کا روزہ ہی نہیں جس نے رات میں روزہ کا قصد نہ کر لیا ہو۔

اس میں بھی اجماع کو مذکورہ بالا معنی ہی میں استعمال کیا گیا ہے صاحب کشف نے حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

ای لم یعزم — یعنی پختہ ارادہ روزے کا اس نے رات سے نہ کیا ہو

لیکن اسی اجماع کے ایک اور معنی کا بھی عربی محاروں سے پتہ چلتا ہے صاحب کشف نے اسی معنی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے والا تفاق ایضا یعنی اجماع کے ایک معنی اتفاق کے بھی ہیں اس کے ثبوت میں انھوں نے اس عام عربی محاورہ کو پیش کیا ہے۔

منہ قولھم اجمع القوم علی کذا — اسی محاورہ پر عرب کے اس قول کی بنا ہے

ای اتفقوا علیہ ص ۲۲۶ — "اجمع القوم" کہتے ہیں، مطلب یہ ہوتا ہے کہ قوم کے لوگ اس پر متفق ہو گئے۔

کیا اجماع کے یہ دونوں معانی ایک ہی مطلب کو چاہتے ہیں شارح بزدوی نے نفی میں جواب دیتے ہوئے اس فرق کو جو دونوں معانی میں پیدا ہوتا ہے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

والفرق بین المعنیین ان الاجماع بالمعنی — دونوں معنوں میں فرق یہ ہے کہ اجماع کا جو پہلا

الاول متصور من واحد وبالمعنی — معنی ہے اس کے لحاظ سے ایک شخص کی طرف

الثانی لایتصور الامن اثنین فما — بھی اجماع کے فعل کا انتساب ہو سکتا ہے

فوتہا ص۲۲۶　　لیکن دوسرے معنی کے لحاظ سے دو یا دو سے زیادہ کے بغیر اس کے نصور کا امکان ہی نہیں ہے

مطلب یہ ہے کہ رائے کی پختگی یا کسی امر کو قطعی طور پر طے کرنا اگرچہ یہ دونوں باتیں دونوں معانی میں مشترک ہیں لیکن پھر بھی دونوں میں فرق ہے اور وہ یہ کہ پہلے معنی یعنی عزم اور ارادہ کی پختگی والا معنی اس کا تحقق تو اس وقت بھی ہو سکتا ہے جب کسی شخص واحد نے کسی کام کا ارادہ قطعی طور پر فیصلہ شدہ صورت میں کر لیا ہو اور دوسرے معنی یعنی " اتفاق والا مفہوم، ظاہر ہے کہ اس کے لئے کم از کم دو آدمی یا دو سے زائد کا ہونا ناگزیر ہے ورنہ تنہا میں ایک آدمی کے کسی فیصلہ پر اتفاق کے لفظ کا اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا۔

لفظ اجماع کی فنی و اصطلاحی تشریح | خیر یہ تو ایک لغوی بحث ہے مقالہ کی نوعیت کے لحاظ سے اتنی بحث اس کے لئے کافی ہو سکتی ہے ۔بحث کا اصل نقطہ، اجماع کے لفظ کا فنی اور اصطلاحی معنی اور مطلب ہے اور اب میں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ عجیب بات ہے کہ اسلامی اصول قانون حالانکہ اجماع کا لفظ ایک عام اور مشہور لفظ ہے اور کیوں نہ ہو سارے قوانین جو ہماری فقہی کتابوں میں پائے جاتے ہیں ان کے "چار سرچشموں" میں جیسا کہ سب جانتے ہیں ایک "مستقل سرچشمہ" یہ بھی ہے لیکن کچھ اسی ایک لفظ کی خصوصیت نہیں ہے ارباب بحث و نظر کے سامنے جب کوئی چیز پیش ہوتی ہے تو چاہے وہ کتنی ہی واضح اور بین ہی کیوں نہ ہو لیکن اپنے اپنے نقطہ نظر کے لحاظ سے ارباب فن الفاظ کے جس قالب میں اس حقیقت کو ڈھالنا چاہتے ہیں عموماً وہ مختلف ہو جاتا ہے ۔یہی حشر اس اجماع کے لفظ کا بھی ہوا۔

ارباب فن نے مختلف تعریفیں اس کی جو کی ہیں میں ان کو درج کرتے ہوئے ہر تعریف میں جو کوتاہیاں نظر آتی ہیں انھیں ظاہر کر کے آخر میں اپنی ترجیحی رائے اس باب میں پیش کروں گا۔

شارح یزدوی نے پہلی تعریف اس کی یہ درج کی ہے۔

هو عبارة عن اتفاق امة محمد عليه السلام على امر من الامور الدينية، ص ۲۲۶	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا دینی امور میں سے کسی امر پر اتفاق کر لینا ہی اجماع کا مطلب ہے

تعریف کی تنقید اس تعریف کا اگر تجزیہ کیا جائے تو حسب ذیل نقائص اس میں نظر آتے ہیں۔

۱۔ پہلا نقص تو یہی ہے کہ اجماع کے اگر یہی معنی ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آج تک نہ کسی مسئلہ پر اجماع ہوا ہے اور جب تک قیامت آکر اس احتمال کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند نہ کردے کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اب آئندہ کوئی آدمی پیدا نہ ہوگا اس وقت تک اجماع کے منعقد ہونے کی صورت ممکن ہی نہ ہو ورنہ اس سے پہلے امت محمدیہ کے ہر ہر فرد کے اتفاق کی آخر صورت ہی کیا ہوگی۔ شارح یزدوی نے لکھا ہے۔

لان امة محمد عليه السلام جملة لمن اتبعه الى يوم القيامة ومن وجد فى بعض الاعصار فانما هم بعض الامة لا كلها ص ۲۲۶	کیونکہ امت محمدیہ کے نیچے تو ہر وہ شخص داخل ہے جو قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں میں پیدا ہوتا رہے گا وہ لوگ جو بعض بعض زمانہ میں پائے جاتے ہیں وہ امت کے بعض افراد تو ہیں لیکن ظاہر ہے کل افراد تو نہیں ہو سکتے۔

حالانکہ اسلامی قانون کے بیسیوں واقعات مختلف ابواب میں ایسے ہیں جن کے متعلق اجماع ہی کا دعوی کیا جاتا ہے البخاری[1] نے سچ لکھا ہے۔

---

[1] یعنی علامہ عبدالعزیز بن احمد مراد ہیں جو اہل علم میں صاحب کشف یزدوی کے نام سے مشہور ہیں یہ حافظ الدین الکبیر محمد البخاری کے تلامذہ میں ہیں وفات ۷۳۰ھ میں ہوئی ان کی کتاب کشف کے متعلق مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے لکھا (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۳)

ولیس ھذا مذھبا لاحد　　اور یہ کسی کا مذہب بھی نہیں

(۲) "امت محمدیہ" کا لفظ چونکہ عام اور مطلق ہے اس دائرہ میں وہ بھی داخل ہیں جو مجتہد ہیں اور ایسے مسلمان بھی جنہیں اجتہاد کا اقتدار حاصل نہیں اب اگر یہ فرض کیا جائے اور فرض کیا کیا جائے بلکہ ایسا ہوتا چلا آرہا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت میں کسی عہد یا قرن میں مجتہد نہ پائے جائیں تو عام مسلمانوں کے غیر مجتہد طبقات کسی دینی مسئلہ پر اتفاق کرکے اسلامی قانون کا اگر اسے جزء بنا دیں تو کیا یہ واقعی اسلامی قانون کا جزء قرار پا سکتا ہے شارح بزدوی نے لکھا ہے۔

اتفاقھم علیہ لایکون اجماعاً شرعیاً بالاتفاق ص۲۲۷ ج ۳　　یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ غیر اجتہادی جماعت کے مسلمانوں کا کسی مسئلہ پر اس قسم کا اتفاق شرعی اجماع نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یہ ایک ایسی تعریف اجماع کی قرار پا دے گی جس میں ایسی چیزیں بھی داخل ہو جاتی ہیں جو اجماعی مسائل کہلانے کے مستحق نہیں ہیں اصطلاحاً ایسی جگہوں میں کہنے والے کہتے ہیں کہ تعریف "مطرد" نہیں ہے۔ یعنی جو افراد واقع میں داخل نہیں ہیں وہ اس تعریف میں داخل ہو جاتے ہیں اور تعریف کے الفاظ ان کے خارج اور مطرد کرنے کی صلاحیت اپنے اندر نہیں رکھتے ظاہر ہے کہ تعریف کا یہ جوہری نقص ہے۔

۳۔ ایک بڑا نقص یہ بھی اس تعریف میں ان الفاظ کے اضافہ سے پیدا ہو گیا ہے جو آخر میں ہیں یعنی "دینی امور میں سے کسی امر پر اتفاق کا نام اجماع ہوگا حالانکہ یہ مسلمہ ہے جیسا کہ علامہ عبدالعزیز نے لکھا ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۲) اس کتاب میں ایسے ایسے مضامین پائے جاتے ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں نہیں ملتے (الدرر البہیہ ص بہ)

الامۃ والمجتہدون لو اتفقوا علی امر عقلی او عرفی کان اجماعاً ص ـــ	امت کے لوگ اور مجتہدین امت کسی عقلی یا عرفی بات پر متفق ہو جائیں تو یہ بھی اجماع ہوگا (یعنی شرعی اجماع ہوگا)

دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہی ہوا کہ جیسے اس تعریف میں عدم اطراد کا نقص ہے ویسے ہی اس میں عدم انعکاس کی بھی خرابی ہے۔ یعنی جو واقعی اجماعی مسائل ہیں اس تعریف کی وجہ سے اجماع کے احاطہ سے خارج ہو جاتے ہیں بالفاظ دگر ایسے سارے اجماعی مسائل جنکا تعلق دین سے نہ ہو مگر امت اور امت کے مجتہدوں نے اپنے اتفاقی فیصلہ سے اسلامی قانون کا جزر اسے بنا دیا ہو سب کے سب" اجماعیات" کی فہرست سے نکل جاتے ہیں۔

اجماع کی تعریف صحیح | دراصل امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تعریف (جس پر طرداً و عکساً مذکورہ بالا اعتراضات وارد ہوتے ہیں) اجماع کی کی تھی لیکن تنقید نے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں مختلف وجوہ سے اس کو مجروح قرار دیا ہے۔ بعد کو آنے والوں نے جس تعریف پر اتفاق کیا ہے الامدی نے ان الفاظ میں اس کو قلم بند کیا ہے۔

الاجماع عبارۃ عن اتفاق جملۃ اھل الحل والعقد من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی عصر من الاعصار علی حکم واقعۃ من الوقائع ص۲۸۲ ج ا احکام الاحکام	اجماع کا مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جن بزرگوں کو حل وعقد و بست و کشاد کا مقام حاصل ہے، ان ہی بزرگوں میں سے ہر ایک کا تابع کے کسی دور میں کسی پیش آنے والے واقعہ کے حکم پر متفق ہو جانا بس یہی اجماع ہے۔

صاحب کشف نے بھی بجائے ' اہل الحل والعقد ' کے ' اتفاق المجتہدین ' کے الفاظ کے ساتھ اسی

اسی تعریف کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

وھو الاصح ص۲۲۷ ج ۳ یعنی یہی صحیح تر تعریف ہے۔

جس کا یہی مطلب ہوا کہ اس تعریف پر لوگوں کا اعتراض نہیں ہے الامدی اور البخاری دونوں نے تعریف کے مختلف قیود کے فوائد پر تنبیہ کی ہے میں بھی مختصراً اس کا ذکر کرتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ "اہل حل وعقد" جو دراصل امت محمدیہ کے اس طبقہ کی تعبیر ہے جنہیں اسلام کے اساسی کلیات سے جزئیات پیدا کرنے کا شرعی استحقاق حاصل ہو یعنی جنہیں مجتہدین کہتے ہیں پس کسی واقع کے وقوع پذیر ہونے کی صورت میں اس کے حکم پر اس زمانہ کے ارباب اجتہاد کا اتفاق یہی اجماع ٹھہرا اب یہ اتفاق خواہ لفظی شکل میں ظاہر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسی لئے صاحب کشف نے لکھا ہے کہ یہ کافی ہے کہ

اذا اطبق بعضہم علی الاعتقاد وبعضہم علی القول او الفعل الدالین علی الاعتقاد	یعنی بعضوں نے تو اعتقاد در مان لینے کی حد تک اتفاق کا اظہار کیا اور بعضوں کا قول و فعل دلالت کرتا ہے کہ ان کا اعتقاد بھی یہی تھا۔ بس اجماع کے لئے کافی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ اتفاق کے لئے ہر شخص کے بیان کی ضرورت نہیں اسی لئے الامدی نے بھی لکھا ہے

قولنا اتفاق یعم الاقوال والافعال والسکوت والتقریر	اتفاق کا لفظ عام اور حاوی ہے اقوال وافعال تقریر و سکوت سب کو

باقی قیود تو ظاہر ہی ہیں جن کا مفاد یہی ہے کہ مسلمانوں کے عوام یا دوسری امتوں کے مجتہدین کا اتفاق اصطلاحی اجماع نہ ہوگا نیز اجماع کے لئے قیام قیامت تک پیدا ہونے والے مجتہدین کے اتفاق کی حاجت نہیں جس عہد میں واقعہ پیش آیا ہو پس اسی عہد کے ارباب حل وعقد یا مجتہدین کا اتفاق

کافی ہے، جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے البخاری نے اسی تعریف کو صحیح قرار دیا ہے لیکن اس کے مختلف پہلوؤں کے متعلق جب بحث و تمحیص کا دروازہ کھولا جاتا ہے تو پھر الجھنوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

حقیقت اجماع کی تنقیح | پس سچی بات یہی ہے کہ اجماع کی تعریف میں لوگوں کا اجماع کی حقیقت کی تنقیح کرنے سے پہلے مشغول ہو جانا کچھ قبل از وقت کی مشغولیت ہے۔ طبعی طریقہ اس کا یہی ہے جیسا کہ مولانا گیلانی نے فرمایا کہ پہلے ہم اجماع کی حقیقت کی تنقیح کر لیں پھر اسی حقیقت کی تعبیر کے لئے الفاظ کا بنا لینا کیا مشکل ہے۔ ورنہ حقیقت اجماع کی تنقیح سے پہلے اجماع کی تعریف میں الجھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف امام غزالی نے اجماع کی ایسی تعریف کر دی جس کا مآل جیسا کہ معلوم ہو چکا یہ نکلتا ہے کہ آج تک اجماع کسی مسئلہ پر نہ ہوا ہے اور نہ قیامت سے پہلے ہو سکتا ہے۔ دوسری طرف مشہور معتزلی بحاث نظّام نے وہی تنقیح حقیقت سے پہلے اجماع کی تعریف

کل قول قامت حجتہ — ہر وہ بات جس کی دلیل قائم ہو گئی ہو

کے الفاظ سے کر دی یعنی ہر وہ بات جو دلیل سے ثابت ہو چکی ہو وہ اجماعی بات ہے۔ الامدی نے سچ لکھا ہے کہ یہ ایسی تعریف ہے کہ "قول الواحد" (کسی ایک آدمی کے قول) پر بھی صادق آسکتی ہے۔ شریعت کے ایسے بہت سے مسائل ہیں جو کسی ایک امام کے اجتہادی نتائج نہیں لیکن دلیل سے چونکہ وہ ثابت ہیں اسی لئے وہ نظام کی تعریف کی بناء پر اجماعی مسئلہ قرار پائیں گے جو ظاہر ہے کہ صحیح نہیں ہے بہرحال کہاں ساری امت کے اتفاق کا نام اجماع ہوا اور کہاں کسی ایک آدمی کا قول بھی اجماع ہو جاتا ہے۔ الامدی نے اسی لئے لکھا ہے کہ

والنزاع معہ فی اطلاق اسم الاجماع علی ذلک — نظام سے نزاع دراصل لفظ اجماع کے اطلاق پر ہے۔

یعنی نظام سے جھگڑا دراصل اجماع کے لفظ کے متعلق ہے یعنی وہ تو کسی مدلل قول کو خواہ کسی ایک ہی آدمی کا کیوں نہ ہو اجماع کہتا ہے۔ مگر ہم لوگ ایسا نہیں کہتے اسی لئے میں نے عرض کیا کہ اجماع کی تعریف سے پہلے اجماع کی حقیقت کی تنقیح ہونی چاہئے۔

کیا اجماع سے دین میں اضافہ ہوتا ہے | واقعہ یہ ہے کہ گو عوام میں یہی مشہور ہے کہ اسلامی قانون کے چار سر چشمے ہیں کتاب[۱]۔ سنت[۲]۔ اجماع[۳]۔ اور قیاس[۴]۔ کتاب وسنت تو ظاہر ہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے واجب الاتباع رسول کی طرف منسوب ہیں اسی طرح ایسے حوادث ووقائع جن کا حکم صراحتاً کتاب وسنت میں نہ ملتا ہو ان ہی حوادث اور وقائع کے متعلق کتاب وسنت ہی کی روشنی میں صحیح اصول کے تحت احکام پیدا کرنے کا نام قیاس ہے تو دراصل قیاس کا مرجع بھی کتاب وسنت ہی ہیں۔ پھر اجماع کیا ہے؟ کیا کتاب وسنت سے کوئی الگ چیز ہے؟۔ اگر کوئی الگ چیز ہے تو اس کے معنی یہی ہوں گے کہ اللہ اور رسول کے سوا بھی اسلامی دین میں اضافہ کرنے کا اقتدار کسی دوسرے کو باقی ہے خواہ وہ جماعت ہو یا فرد۔ اب ظاہر ہے کہ امامیہ فرقہ کے سوا جو منصب امامت کو اسی طرح معصوم قرار دیتا ہے۔ جیسے منصب رسالت۔ اسی لئے ان کی طرف تو یہ منسوب ہے جیسا کہ الامدی نے امامیہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔

انهم معصومون عن الخطاء علی ما عرف فی موضعه

کہ ائمہ اہل بیت خطا اور غلطیوں سے معصوم ومحفوظ ہیں جیسا کہ اپنے مقام پر یہ جانی بوجھی بات ہے (یعنی امامیہ کا یہ اتفاقی مسلک ہے بلکہ ان کے مسلک کی بنیاد ہی یہ ہے)

پھر اس کے بعد لکھا ہے

اقوالهم وافعالهم حجة علی غیرهم

ائمہ اہل بیت کے اقوال اور افعال دوسروں

بل قول الواحد منهم ضرورة عصمته من الخطاء كما في اقوال النبي صلى الله عليه وسلم ص ۲۹۳

بر حجت ہیں بلکہ ان ائمہ میں سے کسی ایک امام کے قول کا یہی اثر ہے وجہ اس کی دی ہے کہ غلطی سے معصوم ہونے کا عقیدہ ان کے متعلق اسی طرح رکھا گیا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بات مسلم ہے کہ آپ معصوم تھے۔

لیکن یہ تو شیعوں کا مذہب ہے۔ سوال اہل السنت والجماعت کے متعلق ہے کہ اجماع کا مفاد ان کے نزدیک کیا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک فرقہ اہل السنت میں بھی ایسا پایا گیا ہے جس کا خیال یہ نقل کیا جاتا ہے جیسا کہ صاحب کشف نے لکھا ہے۔

اجاز قوم انعقاد الاجماع لا عن دليل بان يوفقهم الله لاختيار الصواب ويلهمهم الى الرشد بان يخلق فيهم علماً ضروريا مستدلين بان خلق الله تعالى فيهم العلم بطريق الضرورة ليس بممتنع بل هو من الجائزات فيجوز ان يصدر الاجماع عنه كما يجوز ان يصدر عن دليل ص ۲۶۳

کچھ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ بغیر کسی دلیل کے بھی اجماع قائم ہو سکتا ہے، یعنی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اجماع کرنے والوں کو مسئلہ کے صحیح اور درست پہلو تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہدایت رشد کا ان کو الہام ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوا کہ ان میں اس مسئلہ کے متعلق کوئی بدیہی علم و دانش حق تعالیٰ پیدا فرما دیں ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ بداہتہً (بغیر کسی استدلال کے) کسی میں کسی علم کو خدا پیدا کرے یہ کوئی ناممکن بات تو

ہے نہیں بلکہ جائز ہے کہ ایسا بھی ہو، بس جیسے
دلیل سے پیدا ہونے والی چیز پر اجماع قائم
ہو سکتا ہے بے دلیل والی باتوں پر بھی اجماع
کا قایم ہونا جائز ہے۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ ائمہ معصومین کے متعلق شیعوں کا جو خیال ہے کہ انفرادی طور پر بھی دین میں پیغمبر کے بعد وہ اضافہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اسی طرح اجتماعی طور پر مسلمانوں کو خدا کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے واقعہ اور حادثہ کے متعلق حکم کا الہام ہو سکتا ہے جس کا ذکر صراحتاً یا کنایتاً کتاب وسنت میں نہ پایا جاتا ہو دوسرے الفاظ میں اس کے یہی معنی ہوئے کہ شیعوں پر جیسے یہ اعتراض ہے کہ ائمہ کی معصومیت کا عقیدہ قایم کر کے انھوں نے وحی کے اس دروازہ کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعی طور پر بند ہو چکا ہے کھلا رکھا ہے اسی طرح غیر شیعوں میں بھی ایک طبقہ ایسا پایا جاتا ہے جو افراد کے متعلق نہ سہی مسلمانوں کی جماعت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ان کو ایسے احکام کا الہام ہو سکتا ہے جنہیں مسلمان پنے اس دین میں داخل کر سکتے ہیں جس کا مطالبہ خدا نے ان سے کیا ہے

اجماع کے متعلق اس مسلک کو جن الفاظ میں پیش کیا گیا ہے کوئی شبہ نہیں کہ اگر مطلب ن کا وہی ہے جو ظاہر الفاظ سے سمجھ میں آرہا ہے تو علماء اسلام کے جس طبقہ نے اجماع کا انکار کیا ہے ن کا انکار صرف یہی نہیں کہ قابل اعتراض نہیں ہے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس اعتراض میں ہر مسلمان ان کی ہمنوائی کرنی چاہئے آخر اس کے بھی کوئی معنی ہو سکتے ہیں کہ ایک طرف تو مسلمانوں کے ایمان ایک اہم ترین خصوصی جزیہ بھی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی دین میں ب کسی کا قول ہو یا فعل حتیٰ کہ الہام بھی قطعاً حجت نہیں نہ دوسروں کے لئے نہ خود صاحب الہام

کے لئے اہل سنت کے عقاید کی تمام کتابوں میں زور ا ور قوت کے ساتھ اس اعتقادی مسئلہ پر اصرار کیا گیا ہے پھر بتایا جائے کہ یہ مان لینے کے بعد افراد ہوں یا جماعت کوئی بھی ہو کسی کے الہام سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں کسی اضافہ کی کسی طرح بھی گنجائش پیدا ہو سکتی ہے ؟ -

اجماع کے انکار کی وجہ | مشہور محدث ابن حزم اندلسی نے اپنی اصولی کتاب احکام الاحکام میں اجماع پر بحث کرتے ہوئے یہ ارقام فرمانے کے بعد کہ

انه لا يحدث بعد النبى صلى الله عليه وسلم شيئ من الدين وهذا باطل ان يجمع على شيئ من الدين لم يات به قرآن ولا سنة ص ۱۳۷ ج ۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعاً کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے ایسی ایسی بات جس کے متعلق نہ قرآن ہی میں ذکر ہو نہ سنت میں اس کا پتہ چلے دین میں اس قسم کی چیز پر اجماع کا قایم ہونا قطعاً غلط اور باطل ہے

جو یہ لکھا ہے

فالمخبر عنه تعالى بانه امر بكذا او نهى عن كذا كاذب على الله عز وجل الا ان يخبر بذلك عنه تعالى من ياتيه الوحى من عند ربه فقط وصح ايضا بضرورة العقل ان من ادخل فى الدين حكما بغير انه لم يات به وحى من عند

تو خدا کی طرف منسوب کر کے جو یہ کہتا ہے کہ خدا نے اس بات کا حکم دیا یا اس بات سے روکا ایسا آدمی خدا پر جھوٹ باندھتا ہے، اس کی صورت تو صرف یہی ہو سکتی ہے کہ جس پر خدا وحی نازل کرتا ہے وہی اس کی خبر دے بس صرف اسی کو اس کا اختیار ہے یہ بات عقل کے فیصلہ

اللہ تعالیٰ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل شرع من الدین ما لم یاذن بہ اللہ تعالیٰ وقد ذم اللہ تعالیٰ ذلک وانکر فی نص القرآن فقال شرعوا لھم مالم یاذن بہ اللہ ص۱۳۷

کے رو سے بداہتہً ثابت ہے کہ دین میں کسی ایسی بات کا داخل کرنا، جس کا داخل کرنے والا یہ اقرار کرتا ہو کہ اللہ کی طرف سے اس مسئلہ کے متعلق پیغمبر پہ وحی نازل نہیں ہوتی ہے یہ درحقیقت دین میں شریعت بنا کر ایسی چیز کا داخل کرنا ہے جس کی اجازت حق تعالیٰ نے کسی کو عطا نہیں فرمائی ہے حق تعالیٰ نے اس طرزِ عمل کی سخت مذمت کی ہے، اور صراحتاً قرآن میں اس کا انکار کیا گیا ہے یعنی قرآن کی صریح آیت ہے "شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ" (انہوں نے دین بنا لیا ہے، اس چیز کو جس کی اجازت خدا نے نہیں دی ہے)۔

میں نہیں جانتا کہ ابن حزم کے اس فیصلہ سے کسی کو بھی کسی قسم کا اختلاف ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ اس کا تعلق اہل السنت والجماعت سے ہو۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ جو اس بات کا قائل ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی کے قول یا فعل کو خواہ کسی ذریعہ سے اس کا علم حاصل کیا گیا ہو اگر وہ اپنے دین کا اسے جز بنائیگا تو جیسا کہ ابن حزم ہی نے لکھا ہے یقیناً دین کے دائرہ سے قطعاً وہ باہر ہو جاتا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے۔

فانہ یقال من اجاز الاجماع علی غیر نص من قران او سنۃ رسول اللہ

قرآنی نص یا سنت کے بغیر جو اجماع کو جائز ٹھہراتے ہیں ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اخبرونا عما جوزتم من الاجماع بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی غیر نص هل یخلو من اربعة اوجه لا خامس لها اما ان یجمعوا علی تحریم شئ مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یحرمہ او علی ایجاب فرض مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یوجبہ او علی اسقاط فرض مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد اوجبہ ھذہ الوجوہ کفر مجرد و احداث دین بدل بہ دین الاسلام ولا فرق بین ھذا الوجوہ وبین من جوز الاجماع علی اسقاط الصلوات الخمس او بعضها او رکعة منها او علی ایجاب صلوات غیرها او رکوع تزاید فیها او علی ابطال صوم رمضان او علی ایجاب صوم رجب او علی ابطال الحج الی مکة او علی ایجابہ الی

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نص کی پشت پناہی کے بغیر تم نے جو اجماع کو جائز قرار دیا ہے ظاہر ہے کہ چار ہی صورتیں اس میں ممکن ہیں، پانچویں شکل کوئی دوسری پیدا نہیں ہوتی، یعنی اجماع کرنے والے یا تو کسی ایسی چیز کے حرام ہونے پر اجماع کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ اسے حرام نہ کر سکے یا کسی ایسی چیز کے فرض قرار دینے پر اجماع کیا گیا ہوگا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض قرار نہ دے سکے اور آپ کی وفات ہوگئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو فرض قرار دے کر انتقال فرمایا ہو اور اجماع کرنے والوں نے اس فرض کو اجماع کر کے ساقط کر دیا ہو، اور یہ ساری باتیں بجز کفر ہونے اور دین اسلام کو بدل کر نئے دین پیدا کرنے کے اور کیا ہیں، کوئی فرق ان میں اور اس مسئلے میں نہیں ہے کہ پانچ وقتوں کی نمازوں یا ان میں سے کسی وقت کی نماز یا کسی نماز سے کسی رکعت کے ساقط

الطائفۃ ادعلیٰ اباحۃ الخنزیر او علی تحریم الکبش وکل ھذا کفر لا خفاء فیہ صنـ۱۲۰ـ ج ۴

کرنے پر اجماع قائم کرنے کو کوئی جائز ٹھہرالے یا ان پانچ وقتوں کی نمازوں کے سوا کسی مزید وقت کی نماز کی فرضیت پر قیام اجماع کا فتویٰ دیا جائے، یا نمازوں میں کسی رکوع کے بڑھا دینے کا کوئی مشورہ دے یا رمضان کے روزے کو غلط قرار دے کر رجب کا روزہ مسلمان پر فرض کرا دیا جائے یا بجائے کعبہ کے طائف کا حج فرض بنایا جائے، یا سور کے گوشت کے جائز ہونے اور مینڈھے کے گوشت کے حرام ہونے پر اجماع قایم کرلیا جائے ظاہر ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہوگا کفر محض ہوگا ایسا کفر جس کے کفر ہونے میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے

آخر میں پوچھتا ہوں کہ امامت کی معصومیت کے عقیدہ کی وجہ سے فرقہ امامیہ پر جو مسلمانوں کا اعتراض ہے وہ یہی تو ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ان لوگوں کے نزدیک دین میں حک و اصلاح کا اقتدار ان اماموں کو حاصل ہے جنہیں اپنے عقیدہ کے رو سے یہ لوگ معصوم عن الخطاء یقین کرتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب تفہیمات میں ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے جس میں لقاء نبوی سے مشرف ہونے کی سعادت ان کو حاصل ہوئی تھی۔ یہ لکھا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیعوں کے متعلق جب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "مسئلہ امامت پر غور کرو" (اوکما قال) جس کا شاہ صاحب نے یہی مطلب لیا ہے کہ اس مسئلہ نے نبوت

اور دحی و تشریع کے دروازے کو قیامت تک کے لئے کھلا چھوڑ دیا اور یہ اساسی نقص ہے امامیوں کے دین میں۔

بہرحال ایسی بات جس کا قرآن اور حدیث سے تعلق نہ ہو خواہ بقول ابن حزم

سواء اجمع الناس علیہ او اختلفوا فیہ — خواہ لوگوں نے اس پر اجماع کیا ہو، یا اس میں اختلاف کیا ہو۔

کسی قسم کی صورت ہو دین سے وہ قطعاً خارج ہے بلکہ اس کو دین میں داخل کرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی دین اسلام میں تعمیر و ترمیم کے اقتدار کو اپنے ہاتھ لیتا ہے جیسا کہ گذر چکا کہ یہ تو صریح کفر ہے اور خود اس شخص کو بھی دین کے دائرہ سے خارج کر دیتا ہے اور ابن حزم کے الفاظ میں جب واقعہ یہی ہے کہ

بل الحق حق وان اختلف فیہ والباطل باطل وان اجمع علیہ ص ۱۴۱ — بلکہ حق بہرحال حق ہے خواہ اس سے اختلاف ہی کیوں نہ کیا گیا ہو، اور باطل باطل ہے خواہ اس پر لوگوں نے اجماع اور اتفاق ہی کیوں نہ کر لیا ہو۔

تو سوال ہے کہ آخر اجماع ہے کیا ؟

اجماع کا واقعی فائدہ | واقعہ یہ ہے کہ دین میں اجماع کے ذریعہ سے کسی ایسی بات کا اضافہ کیا جاتا جس کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچائے ہوئے دین سے کوئی تعلق نہ ہو اجماع کا یہ مطلب ہی نہیں ہے۔ نہ مسلمانوں میں اس کا کوئی قائل ہے میں نے کشف بزدوی سے بعض لوگوں کے جس خیال کو نقل کر کے کہا تھا کہ اس سے کچھ اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے درحقیقت ان بزرگوں کے اصل مقصد کے سمجھنے میں جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا لوگوں سے غلطی ہوئی ہے۔ بھلا ایسی بات جو آدمی کو کفر تک

پہنچادے کیا علماء اسلام اس کے قائل ہو سکتے ہیں بلکہ شیعوں پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ میں شریک ہونے کے بعد منصب امامت کی معصومیت کا دعویٰ کرکے ختم نبوت کی مہر کو یہ کیوں مشکوک ٹھہرا رہے ہیں؟ خیر دوسروں سے اس وقت میری بحث کا تعلق نہیں ہے۔ صرف اہل السنت والجماعت کا اس باب میں جو خیال ہے اسی کی تفصیل مقصود ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اصول فقہ کی چھوٹی کتاب ہو یا بڑی تقریبا ہر ایک میں اجماع کے متعلق منجملہ دیگر ابواب کے ایک خاص باب اسی مسئلہ کو طے کرنے کے لئے ہمیشہ قائم کیا جاتا ہے جس میں صاف صاف کھلے کھلے الفاظ میں ائمہ اصول نے اس کی تصریح کردی ہے کہ الکتاب اور السنۃ سے قطعاً الگ ہوکر اپنی طرف سے کسی مسئلہ یا حادثہ کے متعلق حکم اور قانون پیدا کرکے اس پر لوگوں کا متفق ہوجانا قطعاً یہ اجماع کی حقیقت نہیں ہے علامہ عبد العزیز بخاری بزدوی کی شرح میں لکھتے ہیں

اما الحکم جزافا و بالھوی والطبیعۃ فھو عمل اھل البدعۃ والالحاد	باقی الل ٹپ یا یوں ہی من ملنے طور پر اپنے دل اور طبیعت سے حکم لگانا تو ظاہر ہے کہ یہ تو بدعت اور الحاد والوں کا شیوہ ہے

محقق ابن ہمام نے بھی اسی موقعہ پر لکھا ہے

والقی فی الروع وتفھم الراء ای القلب کما اشار الیہ بعض المجوزین بقولھم وذالک بان یوفقھم اللہ تعالی لاختیار الصواب فالھام وھو لیس حجۃ	اور اگر دل میں کوئی بات ڈالی جائے یعنی صحیح پہلو کے اختیار کرنے کی توفیق خدا کی طرف سے ملے جیسا کہ اس مسلک کے جائز قرار دینے والوں کا خیال ہے تو یہ دراصل الہام ہوا اور الہام

الا عن نبی ص۱۱ تحریر ابن ہمام ج۲ بجز نبی کے اور کسی دوسرے کا حجت نہیں ہے

بلکہ البخاری نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ امتی تو امتی خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو صاحب شریعت ہیں جب ان کو بھی اللہ کے دین میں کسی ایسی بات کے اضافہ کا اختیار نہیں ہے جس کا تعلق وحی الٰہی سے ظاہراً باطناً یا استنباطاً نہ ہو تو آپ کے بعد کسی کی کیا مجال ہے کہ اللہ کے دین میں اپنے جی سے گڑھ کر کسی ترمیم یا اضافہ کی جرأت کرے البخاری کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

لان حال الامۃ لا یکون اعلی من	ظاہر ہے کہ امت کے کسی فرد کا حال پیغمبر سے
حال الرسول علیہ السلام ومعلوم	تو اعلیٰ اور بہتر نہیں ہو سکتا اور کون نہیں جانتا
انہ لا یقول الا عن وحی ظاہر او خفی	کہ پیغمبر بھی جو کچھ اس سلسلہ میں کہتے ہیں وہ وحی
او عن استنباط من النصوص علیہ	کی راہ سے کہتے ہیں، خواہ وحی ظاہر کی راہ ہو
فالامۃ اولی ان لا یقولوا الا عن	یا خفی کی یا نصوص سے استنباط شدہ نتائج
دلیل کشف بزدوی ص۲۶۳ ج۳	ہوتے ہیں پس جب پیغمبر کا یہ حال ہے تو امت
	کے لوگ زیادہ مستحق ہیں اس بات کے کہ دلیل
	کے بغیر کوئی بات نہ کہیں۔

سند اجماع کی بحث | بہرحال جیسا کہ میں نے عرض کیا اصول فقہ کی کتابوں میں اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے جو باب قائم کیا جاتا ہے اس کا عنوان علماء نے "باب بیان سببہ" رکھا ہے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس باب کے تحت میں اجماع کے اسباب پر بحث کی جائیگی اس کے بعد لکھا جاتا ہے کشف میں ہے۔

ای سبب الاجماع وھو نوعان الداعی	اجماع کا سبب سو اس کی دو قسمیں ہیں، ایک
ای السبب الذی ید عوھم الی	قسم کا نام داعی ہے، یعنی اجماع پر جو چیز آمادہ

الاجماع ریجعلہم علیہ | کرتی ہے۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ یوں ہی کسی بادِ ہوائی بات پر اجماع نہیں قایم ہوا کرتا بلکہ اجماع سے پہلے ضرورت ہے کہ اس کا کوئی داعی ہو یعنی شریعت سے پہلے کوئی بات ثابت ہو چکی ہو اور وہی بات لوگوں کو اجماع اور اتفاق کی طرف متوجہ کرے صاحب کشف نے اسی کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے

واعلم ان عند عامۃ الفقہاء والمتکلمین لا ینعقد الاجماع الا عن ماخذ ومستند	اور معلوم ہونا چاہئے کہ فقہاء و متکلمین میں زیادہ تر لوگوں کا خیال یہی ہے کہ کسی ماخذ اور سند سے جو بات ثابت نہ ہوتی ہو اجماع اس پر منعقد نہیں ہو سکتا۔

یعنی وہی بات کہ اجماع کے لئے کسی شرعی ماخذ کا اور ایسی بات جس کا استناد شریعت کی طرف ہو اس کا ہونا ناگزیر ہے۔ بغیر اس کے اجماع نہ صرف فقہاء بلکہ متکلمین کی عام جماعت کے نزدیک بھی منعقد ہی نہیں ہو سکتا وجہ اس کی یہ لکھتے ہیں کہ

لانہ القول فی الدین بغیر دلیل اذ الدلیل ھو الموصل الی الحق فاذا فقد لا یتحقق الوصول الیہ فلو اتفقوا علی شیئ من غیر دلیل لکانوا اجمعین علی الخطاء وذلک خارج عن الاجماع کشف ص ۲۶۳ ج ۳	کیونکہ دین اور مذہب میں کسی دلیل کے بغیر یہ اضافہ ہوگا وجہ اس کی یہ ہے، کہ سچی اور حق بات تک جو چیز پہنچاتی ہو، دلیل اسی کا نام ہے پس جس چیز کی دلیل ہی غائب ہو گئی تو خود اس شئے تک رسائی کی شکل باقی ہی کیا رہی پس ایسی چیز جس کی کوئی دلیل نہ ہو، اور لوگ اس پر متفق ہو جائیں (یعنی اجماع قایم کر کے اس کو دین کا جزء بنالیں) تو اس کا مطلب یہی

ہوگا کہ غلط اور خطار پر انھوں نے اتفاق کیا

ہے اور یہ بات اجماع کے دائرہ سے باہر ہے

منکرین اجماع اور ان سے استفسار | مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان تصریحات کے بعد بھی ابن حزم جیسے علمار کو خواہ مخواہ اجماع کے متعلق یہ مغالطہ کیوں پیدا ہوا اور اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اجماع کی مخالفت میں ایک طوفان یہ حضرات برپا کئے ہوتے ہیں۔ یہ بھی تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خیال کچھ حنفی اصول فقہ کے علمار ہی کا ہے۔ ان ہی میں ابن حزم صاحب کے ہم وطن مشہور فلسفی فقیہ و عالم ابن رشد مالکی نے اپنی کتاب بدایۃ المجتہد کے مقدمہ میں صاف صاف کھلے الفاظ میں اس کی تصریح کی ہے۔

ولیس الاجماع اصلا مستقلا	اجماع کوئی ایسی مستقل اصل بذات خود نہیں
بذاته من غیر استنادہ الی واحد	ہے کہ مذکورہ بالا طریقوں (کتاب و سنت) کی طرف
من ھذہ الطرق لانہ لو کان کذلک	انتساب و استناد کے بغیر بھی وہ مفید ہو سکتی
لکان یقتضی اثبات شرع زائد بعد	ہے اگر ایسا ہوگا۔ تو اس کے معنی پھر تو یہ ہوں
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ کان	گے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی
لا یرجع الی اصل من اصول الشریعۃ	شریعت میں کسی ایسی چیز کا اضافہ ہو سکتا ہے
صـ۲ بدایہ ج ۱	جو شریعت کے اصول (کتاب و سنت) سے
	تعلق نہیں رکھتا۔

البتہ ایسی صورت میں یہ ایک معقول سوال ہے کہ جب اجماع کی انتہا شریعت کے ان ہی تین سرچشموں یعنی الکتاب السنۃ والقیاس کی طرف ہوتی ہے تو پھر اجماع کو "اسلامی قانون" کی اساسی بنیادوں میں ایک "مستقل علیحدہ بنیاد" قرار دینے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں لوگوں نے اس اعتراض کو اٹھایا بھی ہے صاحب کشف نے بعض لوگوں سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

فلولم ینعقد الاجماع الا عن دلیل لکان ذلک الدلیل ھو الحجۃ ولم یبق فی کون الاجماع حجۃ فائدہ ص ۲۶۳ ج ۳	اگر اجماع کے لئے بھی دلیل کی ضرورت و حاجت باقی ہی رہتی ہے تو پھر اس مسئلہ کی اصل دلیل وہی دلیل ہوگی نہ کہ اجماع جس کے معنی یہی ہوئے کہ اجماع کو دلیل قرار دینے کا کوئی مطلب باقی نہیں رہا۔

اس میں اشارہ اسی سوال کی طرف کیا گیا ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا یہ ایک معقول سوال ہے اور جو لوگ اجماع کو دین کا ایک مستقل سرچشمہ یقین کرتے ہیں وہ ذمہ دار ہیں کہ اس کا جواب دیں اگرچہ اس سوال کا جواب اصول کی تمام کتابوں میں دیا گیا ہے لیکن جتنے صاف اور کھرے الفاظ میں علامہ ابن رشد مالکی نے جواب کی تقریر کی ہے جہاں تک میں جانتا ہوں دوسری کتابوں کے جواب میں وہ بات نہیں پائی جاتی اس لئے میں ان ہی کی کتاب سے اس کا جواب نقل کرتا ہوں یہ لکھنے کے بعد کہ

اما الاجماع فھو مستند الی احد ھذہ الطرق الاربعۃ[1]	باقی رہا اجماع سوان ہی چار شرعی طریقوں میں سے کسی ایک طرف مستند و منسوب اس کا ہونا بھی ضروری ہے۔

کے بعد لکھتے ہیں۔

الا انہ اذا وقع فی واحد منھا ولم یکن قطعیا نقل الحکم من غلبۃ الظن	پس اجماع کا نفع یہ ہوتا ہے کہ جو بات یقینی اور قطعی نہ تھی دیکھو نکہ جس دلیل سے وہ بات ثابت

[1] مطبوعہ نسخہ میں "الاربعہ" کا لفظ چھپا ہوا ہے لیکن یہ کتابت کی غلطی ہے، صحیح لفظ یہاں "الثلٰثۃ" ہونا چاہئے ورنہ مستند اور مستند الیہ دونوں ایک ہو جائیں گے۔

صلی اللہ علیہ وسلم اخبرونا عما
جوزتم من الاجماع بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم علی غیر نص
ھل یخلو من اربعۃ اوجہ لا خامس
لھا اما ان یجمعوا علی تحریم شئی
مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ولم یحرمہا او علی ایجاب فرض مات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ولم یوجبہ او علی اسقاط فرض مات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وقد اوجبہ ھذہ الوجوہ کفر مجرد و
احداث دین بدل بہ دین الاسلام
ولا فرق بین ھذہ الوجوہ وبین من
جوز الاجماع علی اسقاط الصلوات
الخمس او بعضہا او رکعۃ منہا او
علی ایجاب صلوات غیرہا او رکوع
تزاید فیہا او علی ابطال صوم رمضان
او علی ایجاب صوم رجب او علی
ابطال الحج الی مکۃ او علی ایجابہ الی

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نص کی پشت
پناہی کے بغیر تم نے جو اجماع کو جائز قرار دیا ہے
ظاہر ہے کہ چار ہی صورتیں اس میں ممکن ہیں،
پانچویں شکل کوئی دوسری پیدا نہیں ہوتی، یعنی
اجماع کرنے والے یا تو کسی ایسی چیز کے حرام
ہونے پر اجماع کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ اسے حرام نہ
کر سکے یا کسی ایسی چیز کے فرض قرار دینے پر
اجماع کیا گیا ہوگا جسے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرض قرار نہ دے سکے اور آپ کی
وفات ہوگئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کسی چیز کو فرض قرار دے کر انتقال فرمایا
ہو اور اجماع کرنے والوں نے اس فرض کو
اجماع کر کے ساقط کر دیا ہو، اور یہ ساری
باتیں بجز کفر ہونے اور دین اسلام کو بدل کر
نئے دین پیدا کرنے کے اور کیا ہیں، کوئی
فرق ان میں اور اس مسئلے میں نہیں ہے کہ
پانچ وقتوں کی نمازوں یا ان میں سے کسی وقت
کی نماز یا کسی نماز سے کسی رکعت کے ساقط

الطائف او علیٰ اباحۃ الخنزیر او علیٰ تحریم الکبش وکل ھذا کفر لا خفاء فیہ صنا۱۴۰ ج ۴

کرنے پر اجماع قائم کرنے کو کوئی جائز ٹھہرالے یا ان پانچ وقتوں کی نمازوں کے سوا کسی مزید وقت کی نماز کی فرضیت پر قیام اجماع کا فتویٰ دیا جائے، یا نمازوں میں کسی رکوع کے بڑھا دینے کا کوئی مشورہ دے یا رمضان کے روزے کو غلط قرار دے کر رجب کا روزہ مسلمان پر فرض کرا دیا جائے یا بجائے مکہ کے طائف کا حج فرض بنایا جائے، یا سور کے گوشت کے جائز ہونے اور مینڈھے کے گوشت کے حرام ہونے پر اجماع قائم کرلیا جائے ظاہر ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہوگا کفر محض ہوگا ایسا کفر جس کے کفر ہونے میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے

آخر میں پوچھتا ہوں کہ امامت کی معصومیت کے عقیدہ کی وجہ سے فرقہ امامیہ پر جو مسلمانوں کا اعتراض ہے وہ یہی تو ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ان لوگوں کے نزدیک دین میں حک واصلاح کا اقتدار ان اماموں کو حاصل ہے جنہیں اپنے عقیدہ کے رو سے یہ لوگ معصوم عن الخطار یقین کرتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب تفہیمات میں ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے جس میں لقاء نبوی سے مشرف ہونے کی سعادت ان کو حاصل ہوئی تھی۔ یہ لکھا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیعوں کے متعلق جب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "مسئلہ امامت پر غور کرو" (او کما قال) جس کا شاہ صاحب نے یہی مطلب لیا ہے کہ اس مسئلہ نے نبوت

اور وحی و تشریع کے دروازے کو قیامت تک کے لئے کھلا چھوڑ دیا اور یہ اساسی نقص ہے اما میوں کے دین میں۔

بہر حال ایسی بات جس کا قرآن اور حدیث سے تعلق نہ ہو خواہ بقول ابن حزم

سواء اجمع الناس علیہ او اختلفوا فیہ — خواہ لوگوں نے اس پر اجماع کیا ہو، یا اس میں اختلاف کیا ہو۔

کسی قسم کی صورت ہو دین سے وہ قطعاً خارج ہے بلکہ اس کو دین میں داخل کرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی دین اسلام میں تعمیر و ترمیم کے اقتدار کو اپنے ہاتھ لیتا ہے جیسا کہ گذر چکا کہ یہ تو صریح کفر ہے اور خود اس شخص کو بھی دین کے دائرہ سے خارج کر دیتا ہے اور ابن حزم کے الفاظ میں جب واقعہ یہی ہے کہ

بل الحق حق وان اختلف فیہ والباطل باطل وان اجمع علیہ ص ۱۴۱ — بلکہ حق بہر حال حق ہے خواہ اس سے اختلاف ہی کیوں نہ کیا گیا ہو، اور باطل باطل ہے خواہ اس پر لوگوں نے اجماع اور اتفاق ہی کیوں نہ کر لیا ہو۔

تو سوال ہے کہ آخر اجماع ہے کیا؟

<u>اجماع کا واقعی فائدہ</u> | واقعہ یہ ہے کہ دین میں اجماع کے ذریعہ سے کسی ایسی بات کا اضافہ کیا جاتا جس کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچائے ہوئے دین سے کوئی تعلق نہ ہو اجماع کا یہ مطلب ہی نہیں ہے۔ نہ مسلمانوں میں اس کا کوئی قائل ہے میں نے کشف بزدوی سے بعض لوگوں کے جس خیال کو نقل کر کے کہا تھا کہ اس سے کچھ اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے درحقیقت ان بزرگوں کے اصل مقصد کے سمجھنے میں جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا لوگوں سے غلطی ہوئی ہے۔ بھلا ایسی بات جو آدمی کو کفر تک